Tarseel, Vol. 15 (ISSN : 0975-6655)
A Peer Reviewed Reserch Journal of Urdu
Directrate of Distance Education,
University of Kashmir
Pp 55-66

تحریکِ آزادیٔ ہند، مسلمان اور اردو زبان

پروفیسر حدیث انصاری

تلخیص

زیرِ نظر مقالہ عصرِ حاضر کے ایک اہم موضوع کو انگیز کرتا ہے۔ مقالہ نگار نے ہندوستان کی تحریکِ آزادی میں مسلمانوں کے کردار کو نمایاں کرتے ہوئے ان کی قربانیوں کو زیرِ بحث لایا ہے۔ حالاں کہ ہندوستان کی تحریکِ آزادی میں مسلمانوں کی شرکت کے حوالے سے متعدد قلم کاروں نے وقتاً فوقتاً اپنی آرا پیش کی ہیں لیکن پروفیسر حدیث انصاری نے بدلتے ہوئے سیاسی، معاشرتی اور لسانی تناظر کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس موضوع کا تجزیہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ موصوف نے قرآن پاک کی کئی آیتوں کا حوالہ دیتے ہوئے اسلام کے عالمگیر اور انسان دوست مذہب ہونے پر اصرار کیا ہے اور اسے فطرت سے ہم آہنگ قرار دیا ہے۔ ہندوستان میں اسلامی تہذیب وثقافت کے ارتقا میں مسلمان حکمرانوں نے جو کردار ادا کیا ہے وہ مقالہ نگار کے مطابق عالمی سطح پر ہندوستان کی انفرادیت اور معتبر شناخت کا ذریعہ ہے۔ یہ مقالہ کئی اعتبار سے ہندوستان میں مسلم سماج اور اُردو بولنے والے طبقوں کو درپیش مسائل کا ایک علمی اور ادبی اظہار ہے۔ مجلسِ ادارت کے نزدیک یہ مقالہ دورِ حاضر کے محققین کے لیے دلچسپ ثابت ہوگا۔

اہم لفظیات: تاریخ نویسی، نوآبادیات، قومی مفاد، علاقائیت، مشترکہ کلچر، استعماریت، وطنیت، انسانیت، اُردو معاشرہ، غدرِ ہند، اصلاح پسندی۔

برصغیر ہند کی تحریک آزادی اور اردو زبان کی خدمات و حصے داری کا اپنا ایک مخصوص، منفرد اور امتیازی مقام ہے، جو، اب عالمی تاریخ کا حصہ بن چکا ہے۔ اس روئے زمین پر انسان فطرتاً آزاد پیدا ہوا ہے اور وہ آزاد رہنا بھی پسند کرتا ہے۔ انسان کی زبان جس میں وہ اپنے ضمیر کی آواز کا اظہار کرتا ہے وہ بھی آزاد ہے۔ گردشِ شب و روز میں جب بھی اس کی آزادی کو سلب کرنے کی کوشش کی گئی، اس نے جواں مردی کے ساتھ اس کا دفاع بھی کیا ہے:

اپنی آزادی کو ہرگز ہم بھلا سکتے
نہیں
سر کٹا سکتے ہیں لیکن سر جھکا سکتے
نہیں

تحریک آزادی اور اردو زبان کی اس بحث میں اردو زبان کی خدمات اور تحریک آزادی میں اس کی شمولیت اور حصے داری پر تفصیلی گفتگو اور بحث کی جائے گی اور مستقبل میں بھی اس پر بحث و گفتگو ہوتی رہے گی۔ تحریک آزادی اور اردو زبان کی خدمات سے متعلق جب بھی بات ہوگی، مسلم علماء اور دانش وروں کی خدمات اور قربانیوں کا ذکر کیے بغیر بحث و گفتگو ادھوری ہوگی۔ کیونکہ تحریک آزادی، مسلمان اور اردو زبان اس ملک کی تعمیر و ترقی اور اتحاد باہمی کو فروغ دینے کے وہ بنیادی خشت ہیں جن کا تجزیہ ہمیشہ ہوتا رہے گا۔ اس پس منظر میں مستقبل کے لیے ملک کی سالمیت، ترقی، اتحاد باہمی اور قومی یکجہتی کے عناصر کی تلاش بھی ہوتی رہے گی۔ ایسے مواقع پر محض تحریک آزادی کی تاریخ اور اردو زبان کی تاریخ کے اہم واقعات اور حادثات کی ورق گردانی کرنے یا اسے صرف بیان کرنے کا کام نہیں ہے بلکہ ان اہم اور غیر اہم واقعات کے پیچھے جو قوتیں، جو عوامل، جو اسباب کام کر رہے ہوتے ہیں ان کو سمجھنے اور تجزیہ کرنے کا کام ہے۔ اس امر کی وضاحت ہم یوں بھی کر سکتے ہیں کہ ماضی کی تاریخ اور حال کی کشمکش کے درمیان سے ہی زندہ اور فعال قومیں اپنے ملک کی تعمیر و ترقی اور مستقبل کے لیے لائحۂ عمل کی جدید تاریخ نویسی کے معنی کو سمجھتی ہیں، اسے ترتیب دیتی ہیں۔ تاریخ کا مطالعہ اور تجزیہ ہر ملک اور قوم

کے لیے سبق آموزی اور عبرت کا کام کرتی ہے۔ کسی بھی ملک کی تعمیر و ترقی اس کی سالمیت اور استحکام کو خلود عطا کرنے میں وہاں کے ہر طبقے کے لوگوں کی برابری کی حصے داری ہوتی ہے۔ جب وہاں کے باشندے اور شہری ایک دوسرے کی خدمت کا احترام و اعتراف کرتے ہیں۔ ذاتی، نسلی اور علاقائی مفاد سے اوپر اٹھ کر ملک کے عمومی مفاد کے ساتھ ہر شہری اور انسانیت کے وسیع تر مفاد میں اپنی حکمت عملی متعین کرتے ہیں۔ ارباب حل وعقد اور اہل سیاست، حقوق شہری اور حقوق انسانی کے فروغ و احترام میں اپنی حکمت عملی اور انداز فکر متعین کرتے ہیں۔

اسی کے برعکس اگر کوئی قوم اپنے اسلاف کی عظیم قربانیوں کی تاریخ سے غفلت برت کر ترقی کرنے کی کوشش کرتی ہے، اہل سیاست جن کے ہاتھوں میں اقتدارِ ملک وقوم کی بقا و سالمیت اور مستقبل کی باگ ڈور ہوتی ہے، اگر تاریخ کے حقائق سے گریز کرتے ہوئے اس کے مطالعے کو سرے سے خارج کر دیتے ہیں، اس طرح وہ ایسی غلط حکمت عملی کے شکار ہو جاتے ہیں جن سے تنگ نظری، انسانیت سوزی، علاقائیت، صوبائی تعصّبات اور خود غرضی گھن کی طرح ان کے اتحاد کو پارہ پارہ کر دیتے ہیں۔ ارباب سیاست اور ارباب اقتدار متحد ملت، متحد قوم اور ملک کے تصور سے مختلف گروہوں میں بٹ جاتے ہیں، اپنا آدرش اور اپنی پہچان کھو دیتے ہیں۔ اس پس منظر میں جب ہم اپنے ماضی کی تاریخ کے مطالعے کے ساتھ حال کی کشمکش اور انتشار نظم و نسق کا تجزیہ کرتے ہیں تو ہمیں ماضی کی تاریخ سے دونوں طرح کی مثالیں ملتی ہیں۔

معزز قارئین!

برصغیر ہند کی سرزمین پر صدیوں پہلے دو قومیں ہندو اور مسلم آپس میں ملیں۔ ان کے حسن ملن، خلوص و محبت اور فلاح انسانیت کے کام کے عوض میں قدرت نے انھیں اردو زبان اور گنگا جمنی تہذیب کی صورت میں دو عظیم تحفے عطا کیے۔ یہی اردو زبان اور گنگا جمنی تہذیب آج بھی ان کی پہچان کا امتیازی وصف ہے۔ اور مستقبل میں بھی انھیں دونوں کے سبب ان کی پہچان اور امتیازات بھی باقی رہیں گے۔ کیونکہ ان دونوں قوموں کے میل جول سے جو مشترکہ کلچر وجود میں آیا، اردو زبان ہی اس کی واحد محافظ ہے۔ بین الاقوامی سطح پر صرف اردو ہی ان دونوں قوموں کی مشترکہ تہذیب و وراثت کو زندہ رکھ سکتی ہے۔ اقوام عالم کے عروج و زوال کی تاریخ میں ان دونوں قوموں کے باہمی میل جول اور اتحاد کا ایک روشن پہلو یہ بھی ہے کہ ان دونوں قوموں نے بڑے احتیاط اور جتن سے صدیوں میں اس اردو زبان اور مشترکہ کلچر کو پالا پوسا اور پرورش کی ہے۔ جس کے حسن و سیرت کا قوس قزحی رنگ نگاہوں کو خیرہ اور ذہن و دل کو شاد کام اور معطر کیے ہوئے ہے۔ یہی اردو

زبان ہماری کلچر اور مزاج کی مظہر ہے۔ ہمارے ذہنی رجحانات اور خیالات کا علمبردار اور شاندار ماضی کا نقیب ہے۔ یہ سب کچھ اردو زبان کے مخصوص لہجے، شیرینی، جاذبیت، کشش اور ہر دلعزیزی کے سبب ممکن ہو سکا ہے۔ قوم و ملک کا یہ تمام سرمایہ اور اثاثہ اسی زبان میں محفوظ ہے اور ہر روز اس میں اضافہ بھی ہو رہا ہے۔

ہندوستان کی سرزمین پر اردو زبان اور ہند اسلامی کلچر کا وجود کسی وقتی یا لمحاتی سانحے کے سبب نہیں ہے۔ مسلم یہاں خالی ہاتھ نہیں آئے تھے، بلکہ قرآن و حدیث پر مبنی اسلام کے حریت فکر و نظر، اخلاق حسنہ، عدل و انصاف، اخوت و ہمدردی اور مساوات کا حیات بخش نظام زندگی کا واضح عملی پیغام لے کر آئے تھے، وہ صرف تعلیم یافتہ نہیں تھے بلکہ گہوارۂ محمد نبی ﷺ کے تربیت یافتہ تھے۔ وہ آزادی اور غلامی کے درمیان حائل فرق کو مٹا کر آئے تھے۔ اس کی اہمیت کو سمجھتے تھے۔ انسانی حریت و مساوات سے متعلق قرآن کی ان چند آیات اور احادیث کے صرف علمبردار نہیں بلکہ اس پر عمل پیرا تھے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

☆ **یا ایھا الناس انا خلقناکم من ذکرٍ وّ اُنثی و جعلناکم شعوباً و قبائل لتعارفوا ان اکرمکم عنداللہ اتقاکم.** ۱

لوگو! ہم نے تم سب کو مرد اور عورت کے ملاپ سے پیدا کیا ہے۔ اور ہم نے تمھیں خاندانوں اور قبیلوں میں بانٹ دیا ہے کہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ اللہ کے نزدیک شرف و برتری اس کے لیے ہے جو اللہ سے زیادہ ڈرنے والا ہے۔

☆ **اِنَّ ھٰذِہٖ اُمَّۃً واحدۃً و انا ربکم فاعبدون.** ۲

بیشک سب ایک امت ہو اور میں تم سب کا رب ہوں، سو صرف میری عبادت کرو۔

☆ **یا ایھا الذین آمنوا لا یسخر قوم من قومٍ عسیٰ ان یکونوا خیراً منھم و لا نساء من نساءٍ عسیٰ ان یکن خیراً منھن.** ۳

اے ایمان والو! کوئی قوم دوسری قوم کا مذاق نہ اڑائے۔ ممکن ہے کہ یہ (جن کا مذاق اڑایا جا رہا ہے) مذاق اڑانے والوں سے بہتر ہوں اور عورتیں عورتوں کا مذاق نہ اڑائیں۔ ممکن ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں۔

اسی طرح قوم، خاندان، مذہب اور قرابت کی عصبیتوں کو ہمیشہ کے لیے ختم کرتے ہوئے ارشاد ہوا:

☆ **یا ایھا الذین آمنوا کونوا قوامین بالقسط شھداء للہ ولو علیٰ انفسکم اوا الدین والا قربین۔** ؁۴

اے ایمان والو! انصاف کرنے والے بنو۔ اللہ کے لیے شہادت حق کا فریضہ انجام دو، خواہ اس انصاف کی زد تمہارے اپنے نفس یا ماں باپ اور قرابت داروں ہی پر کیوں نہ پڑے۔

☆ **ولا یجرمنکم شنان قومٍ علی الا تعدلوا اعدلوا ھو اقرب للتقوی۔**؁۵

تمھیں کسی قوم کی دشمنی انصاف سے دور نہ کردے۔ انصاف ہی تقوی کے قریب ہے۔

☆ **و اذا قلتم فاعدلوا و لو کان ذا قربیٰ۔**؁٦

اور جب بولو تو انصاف کرو۔ خواہ اس کی زد قرابت دار پر کیوں نہ پڑے۔ استبداد، آمریت اور ڈکٹیٹر شپ کی مذمت کرتے ہوئے اللہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ:

☆ **شاوِرھم فی الامر۔** ؁۷

اسی طرح صالح بندوں کے کام کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا گیا۔

☆ **وامرھم شوریٰ۔**

ان کے معاملات آپس کے مشورے سے انجام پاتے ہیں۔

اسی طرح سورۂ غاشیہ میں محمد رسول اللہ ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

☆ **فذکر انما انت مذکر لست علیھم بمصیطر۔** ؁۸

آپ نصیحت کیجیے، اس لیے کہ آپ نصیحت کرنے والے ہیں۔ آپ ان پر داروغہ بنا کر نہیں بھیجے گئے ہیں۔

اسی طرح حدیث قدسی کے ذریعے استعمار، استبداد، ڈکٹیٹر شپ اور ظلم و زیادتی کے خلاف اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

☆ **یا عبادی إنی حرمت الظلم علی نفسی و جعلتہ بینکم محرما۔** ؁۹

میرے بندو! میں نے اپنے نفس پر بھی ظلم حرام کرلیا ہے اور تمہارے درمیان بھی ایک دوسرے پر ظلم و جور کرنے کو حرام قرار دیا ہے۔

اخوت، حریت، مساوات کی جہانگیری اور انسانیت پر ملت کی بنیاد رکھنا اسلامی شعار اور تعلیمات کے عین مطابق ہے۔ تصور وطنیت آفاقیت کی طرف لے جاتا ہے۔ یہ فکر اور نظام حیات قرآن نے دیا ہے۔ یہ ملک وملت، قوم و وطن اور رنگ و نسل کی حد بندیوں سے انسان کو آزاد رہنے کی تلقین کرتا اور ہدایت دیتا ہے۔ اسلام کا یہ تصور ہمہ گیر ہے۔ یہ ساری انسانیت کا احاطہ کرتا ہے۔ اسلام نے انسانیت کے رتبے کو بلند کیا ہے۔ انسان انسان میں کوئی فرق نہیں رکھا ہے۔ امام الانبیاء محمد ﷺ کا بین الاقوامی مساوات اور اخوت سے متعلق یہ ارشاد ہے:

☆ **لا فضل لعربی علی عجمی ولا لعجمی علی عربی و لا لاسود علی اُبیض ولا لأبیض علی اسود کلکم من آدم و آدم من تراب.** ۱۰

کسی عربی کو عجمی پر، عجمی کو عربی پر، گورے کو کالے پر، کالے کو گورے پر کوئی فضیلت نہیں۔ تم سب آدم علیہ السلام کی اولاد ہو اور آدمؑ مٹی سے پیدا ہوئے ہیں۔

اسی پس منظر میں رسول اکرم ﷺ کا خطبۂ حجۃ الوداع بھی اسی آدمیت کے احترام وعظمت کو بیان کرتا ہے۔ اللہ کا ارشاد ہے: اے انسانو! ہم نے تم سب کو ایک ہی مرد اور عورت سے پیدا کیا ہے اور تمھیں جماعتوں اور قبیلوں میں بانٹ دیا، تا کہ تم پہچانے جا سکو، تم میں عزت اور شرف والا اللہ کے نزدیک وہ ہے جو اللہ سے زیادہ ڈرنے والا ہے۔

اسلامی نظام میں یہ احترام آدمیت کے اصول پر زندگی کو مربوط کرنے کی ایسی آفاقی تلقین ہے جس سے دنیا میں صلح وآشتی قائم ہو سکتی ہے۔ یہ وہ عالم گیر اخوت ہے اور ایک بین الاقوامی وحدت کی بنیاد ہے جس کے سہارے دنیا میں امن وسکون اور صلح وآشتی اور حق وانصاف کا دور دورہ قائم ہو سکے گا۔

عہد حاضر میں سیاست کے پرچم تلے جس عالمی اخوت کے تخیل کو بروئے کار لایا جا رہا ہے وہ اسی اسلامی تصور کے تحت روز بروز بڑھ رہا ہے۔ اس پس منظر میں یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ خطبۂ حجۃ الوداع انسانیت کی عظمت کا وہ چارٹر تھا جس کے ذریعہ عرفات کے میدان سے قیامت تک کے لیے انسانیت کا وقار بحال ہوا۔ یہ خطبہ حقوق انسانی کے تحفظ کا علمبردار ہے۔ آج اقوام متحدہ کا منشور اسی جذبۂ انسانیت کے زیر اثر ظہور پذیر ہوا ہے۔ اقوام متحدہ کا منشور امام الانبیاء محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبۂ مبارک سے ہی اخذ کیا گیا ہے۔ اس کا ایک اقتباس ملاحظہ فرمائیں:

"نسل، جنس، زبان اور مذہب کی تفریق کے بغیر اضافی حقوق اور آزادی کی حوصلہ

افزائی کرنا اور اسے فروغ دینا۔ رواداری سے کام لینا اور آپس میں امن سے زندگی بسر کرنا، انسانی عظمت و وقار اور مردوں عورتوں کے مساوی حقوق کی حفاظت کرنا۔ دنیا والوں کو جنگ کی مصیبت سے بچانا'۔

اس طرح یہ بات ثابت ہو جا رہی ہے کہ اقوام متحدہ کا تجربہ بھی اسلام کے آفاقی پیغام کی طرح کشاں کشاں جا رہا ہے۔ لیکن اقوام متحدہ کو اس حقیقت کو بھی سمجھنا چاہیے کہ اصلی حاکم سب کا اللہ ہے، جس نے انسان کو ایک ہی مرد اور عورت سے پیدا کیا۔ انسان انسان کو برابر بنایا۔ اسلام نے انسانیت کے اصولوں پر جب کہ تمام دنیا میں غلامی کی لعنت غالب تھی۔ ایک ایسی ریاست بنادی جس میں آقا اور غلام سب ایک ہو گئے۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ اللہ اکبر کی صدا عربوں کے شہر مکہ سے ایک حبشی نے بلند کیا۔ اس طرح مختلف قومیں رنگ و نسل کی تفریق کے بغیر صدیوں تک پر امن زندگی بسر کرتی رہیں۔ کئی ممالک اور براعظم ایک ساتھ خلاف راشدہ کے زیر سایہ پھلتے پھولتے اور پروان چڑھتے رہے۔ ہر کوئی اس عالمی ریاست کا شہری تھا۔ کسی کو بھی ایک جگہ سے دوسری جگہ آنے جانے پر پابندی نہیں تھی۔ ملکوں اور قوموں میں کسی پاسپورٹ کا انتظام والتزام نہیں تھا۔

عالمی تاریخ میں یہ بات متفقہ طور پر تسلیم شدہ ہے کہ امام الانبیاء حضرت محمد ﷺ جب اس دنیا میں مبعوث فرمائے گئے تو انسانیت ظلم و جور کی چکی میں پس رہی تھی۔ اور جب آپ اس دنیا سے تشریف لے گئے تو آپ کی تعلیمات اور فیض تربیت سے دنیا پہلی مرتبہ فکری، دینی، تمدنی اور سیاسی اعتبار سے مالا مال اور سنور چکی تھی۔ انسانیت انفرادی اور اجتماعی غلاموں سے نجات پا چکی تھی۔ دراصل ظلم و بربریت کے خلاف حق و صداقت اور عدل و انصاف پر مبنی ایک صالح اور حیات بخش انقلاب تھا۔ کیونکہ محمد ﷺ کی ولادت کے وقت عرب ہزاروں قبیلوں میں بٹا ہوا تھا۔ یہ سب قبیلے ایک دوسرے سے بر سرپیکار تھے۔ پورا معاشرہ تنگ نظری اور عصبیت کے جال میں پھنسا ہوا تھا۔ ہر قبیلے کا ایک خدا تھا اور ہر خدا کے ساتھ ایک بہت ہی محدود، تنگ دل نظریۂ حیات مخصوص تھا۔ اسلام نے ان تمام خداؤں کو ڈھا کر ایک اللہ کا تصور دیا۔ اور اسی اللہ کے ایک تصور کے سہارے ہر دم برسرپیکار رہنے والے قبیلے متحد ہو کر ایک ایسی طاقتور، ترقی یافتہ اور زندہ قوم میں تبدیل ہو گئے، جن کے لازوال کارناموں سے تاریخ کے صفحات آج بھی روشن ہیں۔

اسلام کے اسی حریت فکر و نظر، عدل و انصاف اور مساوات کی تعلیم کا اثر تھا کہ مسلمان قوم جہاں بھی گئی اس

سرزمین، ملک اور وطن کو اپنا وطن، اپنی زمین، اپنا ملک اور گھر سمجھا۔ اس کی حفاظت اور ترقی کے لیے اپنا سب کچھ نچھاور کردیا۔ اسے تہذیب وتمدن، علم وثقافت اور دولت وثروت سے مالا مال بھی کیا۔ مسلم قوم کی ایک بہت بڑی خوبی یہ بھی رہی ہے کہ وہ ہر دور میں ظلم و جور، استبداد، استعمار اور غلامی کی سب سے بڑی مخالف رہی ہے اور اس نے اس راہ میں عظیم قربانیاں بھی پیش کی ہیں۔ اس جذبہ وعمل اور جاں نثاری کے تحت ہندوستان کی سرزمین کو بھی مسلمانوں نے اپنے خون جگر سے سینچا، سرسبز وشاداب کیا اور سنوارا ہے۔ اسے ترقی سے ہمکنار کیا ہے، یہاں کے ہر باشندے کو اپنا بھائی اور عزیز بنایا۔ یہاں کے ہر ذرے کو سورج اور چاند بنانے کی کوشش کی۔ پوری دنیا میں یہاں کے فلسفے اور تہذیب کو متعارف کرایا۔ اسلام کے حیات بخش نظام عدل وانصاف اور مساوات سے، اسلامی قانون، اسلامی تعلیمات سے اس ملک کو مالا مال کیا۔

مسلمانوں کی آمد سے قبل یہاں کے باشندے علاقائی، چھوٹی، چھوٹی اکائیوں میں منقسم برسرپیکار تھے۔ مسلمانوں نے انھیں وحدت، اخوت اور اتحاد باہمی سے نوازا۔ فن تعمیر میں تاج محل، لال قلعہ، جامع مسجد، فن تاریخ میں آئین اکبری، اور لسانی اعتبار سے اردو جیسی ہردلعزیز شیریں زباں کے لازوال سرمائے سے عالمی سطح پر ہندوستان کی منفرد پہچان بنائی۔ ہزاروں ٹکڑوں میں بٹے ہوئے ہندوستان کو متحد ہندوستان بنایا اور جب بھی کسی دشمن نے اس ملک پر غلط نظر ڈالی، مسلمانوں نے اس کے وجود کو ہی ختم کردیا۔ ہندوستان کی سالمیت، استحکام، بقاء، خلود اور ترقی کے لیے وہ مسلمانوں تک سے بھی لڑے۔ لیکن وانتم الاعلون ان کنتم مومنین کے آفاقی پیغام سے دوری کے سبب رفتہ رفتہ عروج وزوال کے فطری شکنجے کی گرفت میں آ گئے۔ ساری ہندوستانی قوم کی کمزوریوں اور غلطیوں کے سبب چشم زدن میں صدیوں کی مستحکم حکومت پر برطانوی استعماریت کا قبضہ ہوگیا۔ اس ملک کی بدقسمتی کا یہ بھی ایک عظیم سانحہ ہے کہ برطانوی استعماریت کو بڑھاوا دینے میں یہاں کی اکثریت نے بھی حصہ لیا۔ لیکن تاریخ کے اس نازک اور پرفتن موڑ پر مسلمان شکستہ دست وپا ہوکر نہیں بیٹھا، بلکہ اس ملک کو بچانے کے لیے اس نے اپنے خون کے آخری قطرہ تک کو صرف کردیا۔ برطانوی استعمار کو اس ملک سے نکال دینے میں انفرادی اور اجتماعی جتنی بھی کوششیں ہوئیں، مسلمان اپنی زبان وقلم اور جان ومال کے ساتھ پیش پیش رہا۔

ہندوستان میں یوروپی اقوام (پرتگالی، ڈچ، انگریز اور فرانسیسی) کی آمد اور حکومت برطانوی اقتدار کے قابض ہونے اور ان کے استعمار سے آزادی حاصل کرنے کا کل زمانہ کم وبیش ڈھائی سو سال پر مشتمل ہے۔ اس سلسلے میں برطانوی

استعمار سے نجات حاصل کرنے کے لیے پہلی جنگ آزادی ۱۷۵۷ء میں نواب علی وردی خاں کے نوجوان نواسے نواب سراج الدولہ آف مرشد آباد نے پلاسی کے میدان میں لڑی اور آزادی کی دوسری جنگ ۱۷۹۹ء میں شیر میسور سلطان ٹیپو نے سرنگا پٹنم میں لڑی اور تیسری منظم اور ملک گیر کوشش اور مخلصانہ جدوجہد دو فرشتہ خصلت مسلمان علماء و مصلحین سید احمد بریلوی اور شاہ اسماعیل دہلویؒ اور ان کے رفقاء کی سرکردگی میں ہوئی۔ یہ جنگ ۱۸۲۵ء سے ۱۹۴۷ء تک پوری قوت کے ساتھ جاری رہی اور اس میں ہزاروں جانیں قربان ہوئیں۔ اربوں روپے کی جائدادیں ضبط ہوئیں۔ ہزاروں لوگ حبسِ دوام اور عبور دریائے شور کیے گئے۔ پھر بھی ملک کے اندر اور ملک کے باہر چمرقنڈ و اسمست وغیرہ سرحدی علاقوں میں مقدس جنگ آزادی کا سلسلہ پورے نظم وضبط کے ساتھ ۱۹۴۷ء تک جاری رہا۔ سید احمد بریلوی کے ۶/مئی ۱۹۳۱ء کو میدان بالاکوٹ میں شہید ہو جانے کے بعد بھی یہ منظّم جماعت (اہل حدیث) ان کے مشن کو سوا سو سال تک پوری قوت سے نبھایا۔ ڈبلو ڈبلو ہنٹر کی کتاب 'ہندوستانی مسلمان' سرسید احمد خاں کی کتاب 'اسباب بغاوت ہند' نیز انگریزی حکومت کی خفیہ رپورٹیں اور 'تواریخ عجیب' ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک وغیرہ کتابیں ان مجاہدین آزادی کی کوششوں اور قربانیوں کی شاہد ہیں۔ چوتھی آزادی کی لڑائی مغلیہ حکومت کے آخری فرمارواں بہادر شاہ ظفر کی قیادت میں لڑی گئی اور مغلوں کو انگریزوں نے حرف غلط کی طرح مٹا دینے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ ۱۸۵۷ء کے بعد انیسویں صدی کے اختتام تک مسلمان اور خاص کر وہابی اہل حدیث مسلمان انگریزوں کے مظالم کی چکیوں میں پستے رہے۔

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کی لڑائی میں اگرچہ بہادر شاہ ظفر کو شکست ہوئی لیکن اس شکست نے مسلمانوں کے جذبۂ حریت کو مزید بیدار کر دیا۔ مسلمان اپنی عظمت ماضی کو پانے کے لیے اپنا سب کچھ قربان کرنے کو تیار ہو گئے۔ مسلمانوں کی ان عظیم الشان قربانیوں اور کوششوں کا یہ اثر ہوا کہ انیسویں صدی کے اوائل سے ساری قوم ملک کی آزادی کے لیے اٹھ کھڑی ہو گئی۔ برطانوی استعمار سے نجات حاصل کرنے کے لیے انڈین کانگریس، احرار، خلافت اور جمعیۃ العلماء وغیرہ تحریکیں اٹھیں، ان میں سے بعض میں صرف مسلمانوں نے اور بعض میں ہندو اور مسلمانوں نے مل کر ہندوستان چھوڑنے پر انگریزوں کو مجبور کر دیا۔ مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا محمود الحسن، مولانا عبدالقادر قصوری، مولانا محمد علی جوہر، مولانا ظفر علی خاں، مولانا اکرم خاں، مولانا ثناء اللہ امرتسری، حکیم اجمل خاں، ڈاکٹر انصاری، مولانا داؤد غزنوی، مولانا محی الدین قصوری، ڈاکٹر کچلو، مولانا مدنی، مولانا ابراہیم میر سیالکوٹی، مولانا شبیر احمد عثمانی، مسٹر محمد علی جناح، نواب

لیاقت علی خاں، چودھری خلیق الزماں، سردار عبدالرب نشتر، مولانا عبیداللہ احرار وغیرہ اس دور جنگ آزادی کے ان عظیم قائدین میں سے ہیں جنہوں نے ملک کی آزادی کے لیے اپنا سب کچھ صرف کر دیا۔

اپنے اسلاف کی کوششوں اور قربانیوں کے سبب برطانوی استعمار ملک چھوڑنے پر مجبور ہو گئے۔لیکن آزادی کی جنگ جس متحد ہندوستان کے لیے لڑی جا رہی تھی، وہ خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکا۔ ۱۵؍اگست ۱۹۴۷ء کو ہمیں آزادی تو مل گئی لیکن ملک کے کچھ تنگ نظر ہندو اور مسلمان سیاست دانوں کی وجہ سے ملک دو حصوں میں بٹ گیا، تقسیم کا درد بھی بھلا دیئے، اب ابنائے ملک کو وطن کی قسمت سنوارنے اور اسے ترقی سے ہم کنار کرنے کا موقع ملا۔ہم نے اپنے ملک کے باشندوں اور شہریوں کی فلاح بہبود کے لیے ملک کی سالمیت، استحکام و ترقی کو دھیان میں رکھتے ہوئے ملک کا دستور بنایا۔

اس کی ترتیب اور تدوین میں بڑے احتیاط سے کام لیا۔انسانی فلاح و بہبود کے لیے دستور میں اسے مثالی دستور کہا جاتا ہے۔اس آئین میں اقلیتی مذہب، تہذیب وثقافت، کلچر اور پرسنل لاء کے تحفظ کو حتمی بنایا گیا۔اس میں ہر طبقے کے ہندوستان کی صدیوں ملی جلی تہذیب کے عکس و روح کے تحفظ پر آخری مہر ثبت کر دی گئی۔

قارئینِ کرام!

اہلِ ہند نے اِمسال آزادی کی بہترویں سال گرہ منائی، ملک کے ماہرین علم وفن اور دانشوروں میں منتخب افراد نے متعدد جلسوں میں شرکت کی، آیئے، ذرا ملک کی پون صدی پر مشتمل آزادی کے سفر اور دستورِ ہند کی عملی کارگزاریوں کا جائزہ لیں۔ہم، ہمارا معاشرہ اور ملک کا ہر باشندہ اور شہری، خوش حالی، کشمکش، افراتفری، خوف و ہراس اور بے روزگاری کے سائے تلے کس موڑ پر کھڑا ہے؟ اس میں کوئی شک نہیں، ہم نے مادی وسائل کے اعتبار سے کافی ترقی کی ہے۔اس ملک میں جب انگریز تھا ہم یہ کہہ کر ایک دوسرے کو تسلی دیا کرتے تھے کہ انگریز ہم ہندوستانیوں کو لڑا رہا ہے۔مہنگائی، غریبی، جہالت اور انحطاط کا ذمے دار انگریز ہے۔اس کے چلے جانے کے بعد ہم سکون واطمینان اور بھائی چارے کے ساتھ زندگی بسر کر سکیں گے۔ ہندو، مسلم، سکھ، عیسائی باہم بھائی چارے کے ساتھ اس ملک کو آگے بڑھائیں گے۔ملک میں علم وفن، تہذیب وثقافت، شرافت وانسانیت کا بول بالا ہوگا۔آزادی ملتے ہی غریبی، مہنگائی اور محتاجی عنقا ہو جائے گی۔ ماں، بہنیں اور بیٹیاں بلا خوف آزادی سے ایک جگہ سے دوسری جگہ آ جا سکیں گی۔

اردو زبان جو آزادی سے قبل پورے ملک، گھر، آنگن، اسکول سے لے کر دفتر تک ہمارے اظہار کا واحد ذریعہ

تھی۔جس نے جنگ آزادی میں سب سے زیادہ حصہ لیا تھا۔جو تمام ہندوستانیوں کی مشترک محبوب زبان تھی۔آزادی ملتے ہی اسے حرف غلط کی طرح مٹادینے کے لیے پوری حکومت کی مشنری کمر بستہ ہوگئی۔مسلمانوں کے قائم کردہ عظیم تعلیمی ادارے مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، جامعہ ملیہ اسلامیہ، عثمانیہ یونیورسٹی کے اصل کردار کو ختم کردیا گیا۔دستورِ ہند کی دفعہ 29، 30 کی پروا کیے بغیر ۱۹۵۱ء کے ایک بل کے ذریعہ ان اداروں کو چھیننے کی کوشش کی گئی۔چھاگلہ، نورالحسن جیسے وزراء کے ذریعے ان عظیم تعلیمی اداروں کے وجود کو ختم کرنے کی کوششیں کی گئیں۔حمید ڈلوائی جیسے لوگوں سے مسلم پرسنل لاء کے خلاف بیان دلوا کر حکومت نے مسلمانوں کی شریعت اور مذہب میں مداخلت شروع کردی۔اردو کو غیر ملکی زبان قرار دے کر مسلموں کو ملازمتوں سے محروم کردیا۔ملک گیر پیمانے پر فساد کی آڑ میں مسلمانوں کی صنعتیں تباہ کردی گئیں۔انھیں معاشی مار ماری گئی۔ان کو دوئم درجے کا شہری بنانے کا تمام تر کام دستور کے محافظوں کے چشم ابرو کے اشارے پر ہوا۔اس طرح مسلمان پہلے سے بھی زیادہ مجبور اور غلام بنادیئے گئے۔وہ مسلمان اور اردو زبان جس نے اپنے وطن عزیز کو سنوارنے اور اسے آزاد کرانے میں اپنا سب کچھ نچھاور کردیا۔آزادی کے یہ تحفے انھیں اپنے ہی وطن کے بھائیوں سے ملے ہیں۔آج ہمارے اس ملک میں ہماری مائیں، بہنیں اور بیٹیاں محفوظ نہیں ہیں۔ان کی سرعام عصمت دری ہورہی ہے۔معصوم عوام اور انسانیت خوف وہراس میں زندگی بسر کررہی ہے۔یہ تمام مسائل شعلہ صفت بن چکے ہیں۔اس معیارِ عمل، معیارِ نظر، اور معیار عدل وانصاف پر غور کرنے کی ذمے داری سب پر عائد ہوتی ہے۔خود سے سوال کریں۔اس صورتِ حال کو بدلنے کون آئے گا؟ اپنے دلوں میں جھانک کر دیکھیں، ہم کیا کررہے ہیں؟ کس طرف جارہے ہیں؟ اور کیوں جارہے ہیں؟، شاید اس سوچ کے ذریعے ہم موجودہ صورت حال کا کوئی مناسب حل ڈھونڈ نکالیں۔کیونکہ زندہ قوم اپنے قول وفعل اور عمل و حرکت کے تجزیہ کے لیے تنقیدی سانچے خود بناتی ہے اور اپنے اسی تنقیدی خطوط پر ماضی اور حال کی کارگزاریوں کو پرکھتی ہے اور مستقبل کے لیے مثبت لائحۂ عمل تیار کرتی ہے۔شاید اس طرح ہم اپنے آرزوؤں کے ہندوستان کو موجودہ کشمکش، افراتفری، بے انصافی، خوف وہراس کے دل دل سے نکال کر نئی رفعت اور عظمت دے سکیں۔

حوالہ جات:

۱۔ (سورۃ الحجرات:۱۳)

۲۔ (سورۃ الانبیاء:۹۲)

۳۔ (سورۃ الحجرات:۱۱)

۴۔ (سورۃ النساء:۱۳۵)

۵۔ (سورۃ المائدہ:۸)

۶۔ (سورۃ الانعام:۱۵۲)

۷۔ (آل عمران:۱۵۹)

۸۔ (الغاشیہ:۲۱،۲۲)

۹۔ (صحیح مسلم رقم:۲۵۷۷)

۱۰۔ (الصحیحة:۲۷۰۰)

رابطہ:

پروفیسر حدیث انصاری

صدر شعبۂ اردو

موہن لال سکھاڑیا یونیورسٹی

اودے پور (راجستھان)